زرِبیعانہ قدیم اور معاصر فقہاءِ کرام کی نظر میں

Earnest Money in the view of old and contemporary jurists

ڈاکٹر اعجاز احمد صمدانی*

ڈاکٹر سید نعیم بادشاہ**

Abstract

Bi'āna Earnest Money is a kind of contract in which after execution of sale or ījāra, one party gives a token money to another with the condition that if he takes the delivery of the subject matter, this money will become part of price or rent otherwise, will remain with the counterparty without any consideration.

This is well known kind of contract and vastly being used in our routine business norm. The deep review shoes that it was found in very old History also. Therefore, we found two Ahādith regarding the permissibly/non-permissibility of this contract. But as per the opinion of experts in Asma UL Rijal Bibliography of narrators of Ahādith both Ahādith are Dhaeef not so much authentic. Apart from this, we have a Hadith of Ibn e Umer R.A narrating the permissibility of the transaction.

Among the renowned schools of thought, Hanafi, Malki and Shafi'ī schools do not allow this transaction while Hanbli schools see it as permissible. Both sides have their own arguments which have been stated in the paper.

The issue has been discussed with very detail among the contemporary scholars. A few of them has adopted the view point of Hanafi, Malki and Shafi'ī and see it not permissible. On the other side, some Shariah scholars are of the view that it should be allowed considering the arguments of Hamblī School of and special need of the day.

No doubt, the issue is of much importance and now a day, it has been observed that no transaction can be declared as final without the payment of Earnest Money. In such circumstances, if we adopt view point of Hamblī school of thought, there would be an easy Sharia'h solution for common beings.

* استاذِ جامعہ دارالعلوم کراچی

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، زرعی یونیورسٹی پشاور

ہمارے معاشرے میں ایک معاملہ بہت کثرت سے رائج ہے جسے "بیعانہ" کہا جاتا ہے۔ اس میں جب کوئی شخص کسی سے کوئی چیز خرید تا ہے تو اسے کچھ رقم شروع میں اس شرط پر دیتا ہے کہ اگر وہ بائع سے مطلوبہ چیز کا قبضہ لے لے تو یہ رقم قیمت کا حصہ بن جائے گی لیکن اگر بعد میں خریدار مطلوبہ چیز نہ لے تو وہ رقم بائع کی ہو گی۔ جس طرح یہ معاملہ خرید و فروخت میں ہوتا ہے اسی طرح کرایہ داری کے معاملہ میں بھی ہوتا ہے۔ بیعانہ کو عربی میں " عربون" کہا جاتا ہے۔

چنانچہ امامِ مالکؒ بیعانہ کی تعریف اس طرح فرماتے ہیں:

عربون بیعانہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی سے کوئی غلام یا باندی خریدے یا کوئی جانور کرائے پر لے اور پھر اس شخص کہے کہ میں تجھے ایک دینار یا ایک درہم یا اس سے کم وبیش متعین رقم اس شرط پر دیتا ہوں کہ اگر میں نے سامان خرید لیا یا جس سواری کو کرائے پر لینا ہے، اُسے لے کر سواری کر لی تو یہ رقم سامان کی قیمت یا جانور کے کرائے میں شمار ہو گی اور اگر میں نے سامان نہ خریدا یا جانور پر سواری نہ کی تو یہ رقم کسی چیز کا معاوضہ بنے بغیر آپکی ہو گی۔[1]

علامہ سعید البنانی نے بھی اسی سے ملتی جلتی تعریف کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

هو أن يشترى الرجل شيئاً أو يستأجره و يعطى بعض الثمن أو الاجره ثم يقول ان تمّ العقد احتسبناه والّا فهو لك ولا آخذ منك.[2]

بیعانہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی سے کوئی چیز خریدے یا کرائے پر لے اور اسے قیمت یا اجرت کا کچھ حصہ دے دے پھر اسے کہے کہ اگر یہ عقد مکمل ہو گیا تو ہم اسے قیمت میں شمار کریں گے ورنہ یہ رقم تمہاری ہو گی اور میں تم سے واپس نہیں لوں گا۔

البتہ جب بیع العربون یا العربون فی البیع کہا جاتا ہے تو اس وقت صرف وہ بیعانہ مراد ہوتا ہے جو خرید و فروخت کے معاملے میں استعمال ہوتا ہے۔

بیعانہ پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس میں خریدار یا کرایہ پر لینے والے کو سامان لینے یا نہ لینے کا اختیار ہوتا ہے کہ اگر وہ سامان لے لے تو اس کی طرف سے دیا ہوا بیعانہ قیمت یا کرایہ کا حصہ بن جاتا ہے ورنہ کسی عوض کے بغیر دوسرے فریق کے پاس چلا جاتا ہے لیکن بائع کرائے پر دینے والے کو کوئی اختیار حاصل

نہیں ہوتا۔ وہ کسی حال میں مطلوبہ چیز حوالے کرنے سے انکار نہیں کر سکتا۔ اگر وہ انکار کرے تو ہمارے معاشرے میں رائج اصول کے مطابق اسے دگنا بیعانہ واپس کرنا پڑتا ہے۔

بیعانہ کا ذکر احادیث میں:

بیع العربون سے متعلق آنحضرت ﷺ سے دو روایات منقول ہیں۔ جن میں ایک روایت کے اندر بیع العربون کی ممانعت جبکہ دوسری میں روایت جواز کا ذکر ہے۔

پہلی روایت: مالك عن الثقة عنده، عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن رسول صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع العربان.[3]

امام مالک ایسے شخص سے روایت کرتے ہیں جو ان کے نزدیک ثقہ ہے اور وہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے واسطے سے نقل کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے بیع العربون سے منع فرمایا۔

اس روایت کو بہت سے محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ امام مالکؒ جس راوی سے یہ حدیث لے رہے ہیں، وہ نامعلوم ہے۔[4]

دوسری روایت:

عن زيد بن أسلم أنه سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن العربان في البيع فأحله.[5]

زید بن اسلم سے مروی ہے کہ انہوں نے آنحضور ﷺ سے بیع کے لئے بیعانہ دینے کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جائز قرار دیا۔

اس روایت پر بھی کلام ہے کہ یہ مرسل روایت ہے اور اسکی سند میں ابراہیم بن یحییٰ ضعیف راوی ہیں۔[6]

حضرت نافع بن عبد الحارثؓ کا واقعہ:

مذکورہ مرفوع روایات کے علاوہ مشہور صحابی حضرت نافع بن عبد الحارثؓ کا واقعہ بھی سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے جس سے بیعانہ کا جائز ہونا معلوم ہوتا ہے۔ علامہ ابن البرؒ نے اس واقعہ کو یوں نقل کیا ہے۔[7]

نافع بن عبد الحارث جو کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے مکہ کے عامل تھے، انھوں نے حضرت عمرؓ کے لئے صفوان بن امیہ سے ایک گھر چار ہزار درہم کے بدلے اس شرط پر خریدا کہ اگر وہ حضرت عمرؓ کو پسند آگیا تو انکے لئے بیع پکی ہو جائے گی اور اگر پسند نہ آیا تو صفوان کو چار سو درہم دیئے جائیں گے۔

ان کے علاوہ یہ واقعہ مصنف عبد الرزاق[8] اور السنن الکبری للبیہقی[9] میں بھی مذکور ہے۔امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں اس واقعہ کو تعلیقاً ذکر فرمایا ہے۔[10]

بیعانہ کا شرعی حکم۔۔۔فقہاء کرام کی آراء

صحابہ کرام میں سے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، تابعین میں سے حسن بصری رحمہ اللہ اور مذاہبِ اربعہ میں حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ بیعانہ کا معاملہ جائز نہیں۔ جبکہ دوسری طرف صحابہ کرام میں سے حضرت عمرؓ اور تابعین میں سے مجاہد، ابن سیرین، نافع بن عبد الحارث اور زید بن اسلم اور مذاہبِ اربعہ میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اسکے جواز کے قائل ہیں۔

علاّمہ ابن عبد البرؒ لکھتے ہیں:

أما قول مالك فعليه جماعة فقهاء الامصار من الحجازيين والعراقيين، منهم: الشافعى والثورى وابوحنيفة والاوزاعى والليث بن سعد وعبد العزيز بن أبى سلمه لأنه من بيع الغرر والمخاطرة وأكل المال بغير عوض ولا هبة وذلك باطل.

وقد روى عن قوم من التابعين منهم، مجاهد، ابن سيرين، نافع بن عبد الحارث و زيد بن اسلم أنهم اجازوا بيع العربان على ما وصفنا.[11]

امام مالک کے قول پر حجاز اور عراق کے فقہاء کی ایک جماعت ہے ان میں سے امام شافعی، امام ثوری، امام ابو حنیفہ، امام اوزاعی، لیث بن سعد اور عبد العزیز بن ابی سلمہ شامل ہیں۔ اسلئے کہ یہ غرر اور خطر والی بیع ہے اور اس میں کسی عوض کے بغیر مال کھانا لازم آتا ہے جو کہ ہبہ بھی نہیں لہذا یہ باطل ہے جبکہ تابعین کی جماعت جن میں مجاہد، ابن سیرین، نافع بن عبد الحارث و زید بن اسلم شامل ہیں، نے اس طرح بیع العربون کرنے کو جائز قرار دیا ہے جو ہم پیچھے ذکر چکے ہیں۔

اور علامہ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں:

قال احمد: لابأس به، وفعله عمررضى الله عنه وابن عمر أنه أجازه.[12]

امام احمد کہتے ہیں کہ بیع العربون میں کوئی حرج نہیں، حضرت عمر نے خود کی ہے اور ابن عمر نے اس کی اجازت دی ہے۔

جن حضرات نے بیعانہ والے معاملے کو ناجائز کہا ہے، انکے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ وہ مرفوع روایت جو عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدّہ کے واسطے سے اوپر بیان ہوئی۔

۲۔ اس معاملے میں ایسا غرر پایا جاتا ہے جس کو شریعت میں ناجائز کہا گیا ہے۔

علاّمہ ابن رشد الجد فرماتے ہیں:

وہ غرر فاحش جو عقد کے صحیح ہونے سے مانع ہے تین چیزوں میں پایا جاتا ہے، ایک عقد میں، دوسرے کسی ایک عوض جیسے ثمن یا مبیع میں یا دونوں میں، تیسرے، دونوں یا کسی ایک کی مدت میں۔ عقد میں غرر کی مثال جیسے آنحضرت ﷺ نے "بیعتان فی بیعة" اور "بیع العربون" سے منع کیا۔[13]

۳۔ اس میں "قمار" اور دوسرے کے مال کو ناجائز طریقے سے کھانے کی خرابی لازم آتی ہے۔

علاّمہ قرطبی لکھتے ہیں:

لأنه من باب بيع القمار والغرر والمخاطرة وأكل المال بالباطل.[14]

کیونکہ اس میں قمار، غرر، مخاطرہ اور باطل طریقے سے مال کھانے کی خرابی پائی جاتی ہے۔

علاّمہ ابن العربی مالکی فرماتے ہیں:

من جملة اكل المال بالباطل بيع العربان.[15]

ناحق مال کھانے میں بیع العربان بھی شامل ہے۔

۴۔ اس میں دو شرائط ایسی ہیں جو مقتضائے عقد کے خلاف ہیں۔

۱.... ہبہ کی شرط یعنی اگر معاملہ نہ ہوا تو بیعانہ کی رقم بائع کے لئے ھبہ ہو گی۔

۲.... مبیع رد کرنے کی شرط یعنی اگر خریدار راضی نہ ہوا تو مبیع بائع کی طرف واپس چلی جائے گی۔

علاّمہ رملیؒ فرماتے ہیں:

اور بیع العربون کے ناجائز ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس میں دو شرطیں ایسی ہیں جن سے عقد فاسد ہو جاتا ہے یعنی خریدار کے راضی نہ ہونے کی صورت میں ھبہ اور مبیع واپس کرنے کی شرط۔[16]

۵۔ ضابطہ یہ ہے کہ جب ایک مسئلہ کے متعلق جواز اور عدم جواز دونوں قسم کی روایات جمع ہو جائیں تو پھر عدم جواز والی روایت کو ترجیح ہوتی ہے۔

جبکہ امام احمد بن حنبل اور جو حضرات اس بیع کو جائز قرار دیتے ہیں، ان کے استدلات درج ذیل ہیں:

1۔ حضرت زید بن اسلم کی ذکر کردہ روایت۔

۲۔ نافع بن عبد الحارث کا ذکر کردہ واقعہ کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے بیع العربون کے ساتھ مکان خریدا۔

امام اثرمؒ کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبل سے کہا کہ آپ بیع العربون کو جائز کہہ رہے ہیں؟ وہ بولے میں کیا کہوں؟ یہ حضرت عمرؓ کا واقعہ تمہارے سامنے ہے۔[17]

معاصر علماء کی آراء:

معاصر علماء کرام میں سے سوڈان کے معروف شریعہ اسکالر ڈاکٹر صدیق محمد امین الضریر مرحوم کی رائے یہ ہے کہ بیع العربون کا ناجائز ہونا راجح ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

وانی ارجح المنع لقوة دليله، فان حديث النهى اكثر رجال الحديث يصححونه وحديث الجواز اكثرهم يردّه، والغرر فى بيع العربون مستحق وما اعتمد عليه المجوزون من اقوال بعض الصحابة والتابعين لايقوى على معارضة ادلة المانعين.[18]

میں بیع العربون کے عدم جواز کو ترجیح دیتا ہوں کیونکہ اسکے دلائل زیادہ مضبوط ہیں اور ممانعت والی روایت کو اکثر نے صحیح کہا ہے جبکہ جواز والی روایت کو اکثر نے ردّ کیا نیز بیع العربون میں غرر یقینی طور پر پایا جاتا ہے اور بیع العربون کو جائز کہنے والوں نے صحابہ اور تابعین میں جن کے قول سے استدلال کیا ہے، وہ ممانعت والے دلائل کا معارضہ نہیں کرسکتے۔

اسکے برعکس دوسرے معاصر علماء میں ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی، مصطفے احمد الزرقاء، یوسف القرضاوی، عبداللہ بن سلیمان المنیع اور ڈاکٹر رفیق یونس مصری بیع العربون کے جواز کو راجح قرار دیتے ہیں۔ ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی نے اپنی رائے کو بڑے مفصل اور مدّلل انداز میں بیان فرمایا ہے۔

ذیل میں ہم انکی بیان کردہ وجوہ ترجیح بمع ترجمہ ذکر کرتے ہیں۔[19]

١....والذى أراه هو ترجيح رأى الحنابلة بيعاً واجارة بعدالعقد، عملاً بالوقائع الكثيرة التى دلت على جوازه فى عصر الصحابة والتابعين، فهو قول صحابى وافقه عليه آخرون واتجاه كبار التابعين من فقهاءِ المدينة.

میرا خیال یہ ہے کہ بیع اور اجارہ کے اندر بیع العربون کے سلسلے میں حنابلہ کا مذہب راجح ہے کیونکہ صحابہ کرام اور تابعین کے دور میں اسکے بہت سے واقعات پیش آئے جس سے اسکا جواز معلوم ہوتا ہے نیز یہ ایک صحابی کا قول بھی ہے جسکی موافقت دوسرے صحابہ کرام نے فرمائی۔ نیز فقہاء مدینہ میں کبارِ تابعین کی بھی یہ رائے ہے۔

۲....ولأن الاحاديث الوارده فی شان بيع العربون لم تصح عند الفريقين.

بیع العربون کے متعلق وارد ہونے والی مرفوع روایات فریقین میں سے کسی کے نزدیک بھی صحیح نہیں اسلئے محض حدیث مرفوع کی بنیاد پر فیصلہ نہیں ہو سکتا۔

۳....ولأن عرف الناس فی تعاملهم على جوازه والالتزام به.

لوگوں کا عرف بھی یہی ہے کہ وہ اس معاملے کو جائز سمجھتے ہیں اور اسکا التزام کرتے ہیں۔

4...ولحاجة الناس إليه ليكون العقد ملزماً و وثيقة ارتباط عمليه بالاضافة الى الأوامر الشرعيه بالوفاء بالعقود في قوله تعالى:يا أيها الذين آمنوا اوفوا بالعقودآيهوبخاصة حيث كثر التحلل من التزامات من غير سبب ولا تراض بين الطرفين لفسخ العقد بالاقالة ودفعاً للغرر عن البائع الذى قد تفوته فرصة أخرى بيع سلعته.

اور بیع العربون کرنے کی لوگوں کو ضرورت بھی ہے تاکہ عقد لازم ہو نیز یہ شرعی احکام جو وعدوں کو پورا کرنے سے متعلق ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" اے ایمان والو! اپنے اقراروں کو پورا کرو"پورا کرنے کی ایک عملی تدبیر ہے خصوصاً آج کل جبکہ کسی سبب اور طرفین کی رضامندی کے بغیر عقد کو فسخ کرنے کا رواج عام ہے نیز اس سے بائع کو ضرر سے بچانا بھی مقصود ہے جس نے اس عرصے میں یہ سامان کسی دوسرے کو نہ بیچنے کی صورت میں اٹھایا ہے۔

5...ولأن المشترى اشترط على نفسه بدفع العربون واقراره، وتعارف الناس على استحقاق البيع ما دفعه له ان نكل عن البيع.............وقال النبي صلى الله عليه وسلم:المسلمون على شروطهم وفى رواية أخرى" المسلمون عند شروطهم ماوافق الحق من ذلك.

بیعانہ دینے کی وجہ سے خود خریدار نے اپنے لئے سامان خریدنے کو مشروط کیا اور اس کے لینے کا اقرار کیا ہے اور یہ بات لوگوں میں متعارف ہے کہ اگر وہ سامان خریدنے سے انکار کرے تو وہ بیعانہ بائع کا ہوگا۔۔۔۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ "مسلمانوں کے لئے انکی شرائط کی پابندی ضروری ہے" دوسری روایت میں ہے کہ "جب تک شرائط حق کے موافق ہوں تو مسلمانوں کے لئے اسکی پابندی ضروری ہے"۔

6....ولأن واقعة شراء دارصفوان سمع بها الصحابة واطلعواعليها ولم ينكروها وهى واضحة فى استحقاق البائع مبلغ العربون ومثله الاجاره، سواء دفع العربون سلفاً أو لم يدفع، لأن المشترى أو المستاجر الناكل انّما التزم بدفع العوض ويصبح ديناًفى ذمته فيستحقه البائع أو المؤجر استحقاقاً شرعياً سليماً.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دار صفوان کے خریدنے کا واقعہ صحابہ کرام کے علم میں آیا لیکن انہوں نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ بائع بیعانہ کی رقم کا مستحق ہو گا، اور یہی مثال اجارہ کی ہے عام کہ خریدار نے بیعانہ پہلے دے رکھا ہو یا نہ دیا ہو، اسلئے کہ انکار کرنے والے خریدار یا مستاجر اپنے اوپر عوض دینے کا التزام کیا ہے تو گویا اس کے ذمہ "دین" ہے پس بائع یا مؤجر شرعی لحاظ سے اسکا مستحق ہے۔

7....ولأن الناكل يعلم سلفاً بأنّه يخسر المبلغ الذّى يقدمه مع السلعة المردودة عند نكوله كما ذكر سعيد بن المسيّب وابن سيرين وغيرهما واذا المبلغ هو العربون الذى يخسره المشترى أو المستأجر الناكل مقابل نكوله.

نیز انکار کرنے والے کو پہلے سے معلوم ہے کہ انکار کرنے کی صورت میں اسے پیشگی دی گئی رقم کا نقصان اٹھانا پڑیگا جیسا کہ سعید بن المسیب اور ابن سیرین وغیر ہما نے بھی فرمایا ہے اور یہ رقم بیعانہ کی رقم ہے جسکا خسارہ خریدار یا مستاجر کو انکار کے وقت ہوتا ہے۔

8....ليس العربون أكلا لاموال الناس بالباطل،وانما هو فى مقابل هذا التعطل والانتظار وتفويت الفرصة فى صفةٍ أخرى،بل هو مشروط سلفاً.

بیعانہ میں دوسرے کے مال کو ناجائز طریقے سے کھانے کی خرابی نہیں پائی جاتی بلکہ یہ رقم تعطل، انتظار اور دوسرے خریدار کو بیچنے کے لئے ملنے والی فرصت کا عوض ہے اور یہ ایسی چیز ہے جو پہلے سے مشروط ہے۔

9....وليس في بيع العربون غرر، لأن المبيع معلوم والثمن معلوم والقدرة على التسليم متوفرة.اما الغرر الناشئ عن احتمال نكول المشترى عن الشراء فلا يضرّ.لأن البائع يحسب حساب هذا الاحتمال، ولأنّ هذا الامر موجود فى الخيرات كخيار الشرط وخيار

الرؤية ونحوهما.ثم انّ الحنابلة الذين اجازوا العربون اشترطوا تقييد الانتظار بزمن والا فالى متى ينتظر.

بیع العربون میں غرر بھی نہیں پایا جاتا کیونکہ اس میں مبیع اور ثمن معلوم ہیں اور "قدرۃ علی التسلیم" موجود ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ خریدار کے انکار کے احتمال کی وجہ سے غرر پیدا ہوتا ہے تو یہ غرر مضر نہیں اسلئے کہ بائع اس احتمال کا حساب لگاتا ہے اور اس کا عوض لیتا ہے نیز یہ احتمال تو دوسرے خیارات جیسے خیار شرط، خیار رویۃ وغیرہ میں بھی موجود ہے اور پھر جن حنابلہ نے بیع العربون کو جائز کہا ہے انہوں نے ایک مدت کے لئے اسے مقید کیا ہے ورنہ بائع کب تک انتظار کرے گا!

10....والخلاصة: أن العربون امّا متبرع به للبائع أو المؤجر أو مودى بشرط التزمه المشترى أو المستاجر الناكل أو جزء من الثمن أوِ الأجرة ان تم العقد

خلاصہ یہ ہے کہ بیعانہ کی رقم بائع یا مؤجر کے لئے یا تو تبرع ہے یا اس شرط کی وجہ سے دی گئی ہے جسے خریدار یا متاجر نے اپنے اوپر لازم کر لیا تھا اور اگر عقد مکمل ہو جائے تو قیمت یا اجرت کا حصہّ ہے۔

عبداللہ بن سلیمان المنیع بیع العربون پر مفصل بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وقد اتضح من المناقشة السابقة ما يجعل العربون امراً مشروعاً فى دلالته ومعناه.[20]

گزشتہ بحث سے یہ بات واضح ہوئی کہ بیعانہ کا معاملہ دلالت اور معنی کے اعتبار سے شروع اور جائز معاملہ ہے۔

ڈاکٹر رفیق یونس المصری فرماتے ہیں:

انى أميل فى العربون الى اختيار مذهب الحنابلة المجزين بشرط أن تكون مدة الخيار معلومة.21

بیع العربون کے اندر میلان حنابلہ کے مذہب کی طرف ہے جنہوں نے اس بیع کو قرار دیا ہے بشرطیکہ خریدار کے لئے خیار کسی متعین مدّت کے لئے ہو۔

اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ کی قرارداد:

اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ میں شامل علماء کرام نے انتظار کی مدّت متعین ہونے کی قید کے ساتھ اس کی ا جازت دی ہے۔طے شدہ قرارداد یہ ہے:

یجوز بیع العربون اذا قیدت فترة الانتظار بزمن محدود ویحتسب العربون جزءً من الثمن اذا تم الشراء ویکون من حق البائع اذا عدل المشتری عن الشراء.[22]

اگر انتظار کی مدّت متعین ہو تو بیع العربون جائز ہے لہٰذا اگر خریداری کا عمل مکمل ہو تو بیعانہ قیمت کا حصہ شمار ہو گا اور اگر خریدار نے سامان لینے سے انکار کیا تو یہ بائع کا حق ہو گا۔

مجلسِ شرعی بحرین کا فیصلہ:

غیر سودی بینکاری سے متعلق شرعی رہنمائی فراہم کرنے والے ادارے "مجلس شرعی بحرین" نے اسلامی بینکوں کو مرابحہ میں بیعانہ لینے کی اجازت دی ہے البتہ اسکے ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ عقد نہ ہونے پر بینک کو دوسری جگہ سامان بیچنے کی صورت میں جو حقیقی نقصان ہوا ہے، اس سے زائد رقم پہلے خریدار کو واپس کر دے۔

شرعی معیار نمبر ۸ میں ہے:

یجوز للمؤسسة أخذ العربون بعد عقد بیع المرابحة للآمر بالشراء مع العمیل، ولا یجوز ذلك فی مرحلة الوعد والأولی أن تتنازل المؤسسة عمّا زاد من العربون عن مقدار الغرر الفعلی وهو الفراق بین تکلفه السلعة والثمن الذی یتم بیعها به الی الغیر.[23]

ادارہ کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ "المرابحة للآمر بالشراء" میں عقد ہونے کے بعد عمیل سے بیعانہ لے البتہ وعدے کے مرحلے میں بیعانہ لینا جائز نہیں اور بہتر یہ ہے کہ بینک حقیقی ضرر سے زائد رقم سے دستبردار ہو جائے حقیقی ضرر سے مراد قیمت کا وہ فرق ہے جو سامان کسی دوسرے کو بیچنے کی صورت میں سامنے آیا۔

ترجیح:

آج کل کے حالات میں بیعانہ لینا دینا ایک واقعی ضرورت بن چکا ہے۔ عام طور پر خریداری اور کرایہ داری کے سودے بیعانہ دئے بغیر انجام نہیں پاتے کیونکہ دوسرا فریق بیعانہ لئے بغیر کسی طرح اپنے آپ کو پابند نہیں سمجھتا اور بیعانہ نہ ملنے کی صورت میں کہیں اور سے زیادہ قیمت یا کرایہ ملنے پر آگے معاملہ کر لیتا ہے۔ خاص طور پر بڑی رقم کے سودے اس کے بغیر مکمل سمجھے جاتے ہیں نہ کوئی فریق سودے کی ذمہ داری قبول کرتا ہے۔ ایسی صورت میں اگر بیعانہ کی اجازت نہ دی جائے تو عام طور پر معاملہ غیر یقینی کیفیت کا شکار رہتا ہے نیز ہمارے

معاشرے میں اس کا رواج بہت زیادہ ہو چکا ہے۔ ان حالات میں اگر حنابلہ کے قول کو اختیار کر کے اجازت دی جائے تو عوام الناس کے لئے تنگی سے نکلنے ایک پہلو نکل سکتا ہے۔

حوالہ جات References

---

[1] کتاب الموطأ الإمام مالک بن انس کراچی' نور محمد کارخانہ تجارت ص: 568

[2] القرب الموارد فی فصیح العربیۃ الشوارد' اللبنانی سعید الخوزی الشرتوتی اللبنانی ایران' دار الأسوۃ للطباعۃ والنشر' الطبعۃ الأولی 1373ھ-ج: 3 ص: 505

[3] سنن ابن ماجۃ' القزوینی الحافظ ابو عبداللہ محمد بن یزید القزوینی المتوفی 273ھ- ریاض' شرکۃ الطباعۃ العربیۃ' الطبعۃ الثانیہ 304ھ- 1984م ج: 2 ص: 158

[4] تہذیب الکمال فی اسماء الرجال' المزی جمال الدین ابوالحجاج یوسف المزی 654-742ھ- بیروت. مؤسسۃ الرسالۃ الطبعۃ الاولی' 148ھ- – 1988م ج: 15 ص: 487

[5] نیل الأوطار' الشوکانی الإمام محمد بن محمد الشوکانی المتوفی 1255ھ- مصر' مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ' رجب 1384ھ-ج: 5 ص: 130

[6] تقریب التہذیب' العسقلانی احمد بن علی بن حجر العسقلانی 773-852 ھ-مدینہ منورہ' المکتبۃ العلمیہ ج: 1 ص: 444

[7] الاستذکار' ابن عبد البر الحافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبد البر النمری الاندلسی 368 ھ--463 ھ-القاہرہ' دار الوغی الطبعۃ الاولی' محرم 1414 ھ- 9/19

[8] المصنف' الصنعانی ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی مع التحقیق الشیخ حبیب الرحمٰن الاعظمی' جنوبی افریقا جوہانسبرگ ص.ب 1' المجلس العلمی' الطبعۃ الأولی 1392ھ--1972م 148/5 باب الکراء فی الحرم.

[9] السنن الکبری' البیہقی ابو بکر بن الحسین بن علی البیہقی المتوفی 458 ھ-بیروت' دار الکتب العلمیۃ' الطبعۃ الاولی 1420 ھ- /1999م' باب ما جاء فی بیع دور مکۃ

[10] صحیح البخاری' البخاری الإمام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری بیروت' دار ابن کثیر' الطبعۃ الخامسۃ 1414 ھ-/1993م' کتاب الإستقراض' باب الربط والحبس فی الحرم

[11] الاستذکار' ابن عبد البر الحافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبد البر النمری الأندلسی 368 ھ--620 ھ- القاہرہ' دار الوغی' الطبعۃ الاولی' محرم 1414 ھ-

[12] المغنی، ابن قدامۃ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی ۵۴۱ھ-۶۲۰ ھ-الریاض، دار عالم الکتب، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۷م ۶/۳۳۱

[13] المقدمات الممہدات، ابن رشد ابو الولید محمد بن احمد بن رشد الجد القرطبی المتوفی ۵۲۰ ھ-بیروت، دار الغرب الاسلامی، الطبعۃ الاُولی ۱۴۰۸ ھ- ۱۹۸۸م ۲/۴۳

[14] الجامع لأحکام القرآن المعروف بتفسیر القرطبی، القرطبی ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی قاہرہ، مطبعۃ دار الکتب المصریہ، ۱۳۵۶ ھ-۱۹۳۷م ۵/۱۵۰

[15] إحکام القرآن، ابن العربی ابو بکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی ۴۶۸ ھ-۵۴۳ھ-بیروت، دار المعرفۃ، ۴۰۸/۱

[16] نہایۃ المحتاج

[17] المغنی، ابن قدامۃ موفق الدین المقدسی (۵۴۱ھ-۶۲۰ ھ) ، ۶/۳۳۲ الریاض، دار عالم الکتب، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۷م

[18] الغرر واثرہ فی العقود، الضریر الدکتور الصدیق محمد الأمین الضریر طبعہ المؤلف بنفسہ، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۱۵ھ- ۱۹۹۵م ص ۱۲۵

[19] العربون، الزحیلی الدکتور وھبۃ مصطفیٰ الزحیلی بحث المجلہ مجمع الفقہ الاسلامی العالمی جدّہ، الدورۃ الثامنہ ۱ ے محرم ۱۴۱۴ ھ ۲۱ ے ۲۷ جون ۱۹۹۳ء ص ۶، ۵۔

[20] بیع العربون، المنیع عبداللہ سلیمان المنیع بحث المجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی العالمی جدّہ، الدورۃ الثامنہ ۱ ے محرم ۱۴۱۴ ھ ۲۱ ے ۲۷ جون ۱۹۹۳ ء ص ۱۱۔

[21] بیع العربون، المصری الدکتور رفیق یونس المصری بحث المجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی العالمی جدّہ الدورۃ الثامنہ ۱ ے محرم ۱۴۱۴ ھ ۲۱ ے ۲۷ جون ۱۹۹۳ء ص ۲۲۔

[22] القرارات والتوصیات الصادرۃ عن مجلس مجمع الفقہ الاسلامی، فی دورۃ موتمرۃ الثامن، المنعقد ببندر سری بجاون برونائی دارالسلام ۱ ے محرم ۱۴۱۴ ھ ۲۱ ے ۲۷ جون ۱۹۹۳ء ص ۸۔

[23] المعاییر الشرعیۃ ۱۴۲۳ھ-۲۰۰۲ء، الھیءۃ ھیءۃ المحاسبۃ والمراجعۃ للمؤسسات المالیۃ الاسلامی البحرین، المعیار رقم ۸ بشان " المرابحۃ للآمر باشراء"